ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

توجیہات قراءات میں امام ابن جریر طبری کا منہج واسلوب

☆حافظ محمد صفدر

☆☆ڈاکٹر حافظ محمد عبدالقیوم

ABSTRACT

The Quraan was revealed in seven different wys of recition, called Qiraat. The scholers of ummah narrated these Qraat.Imam Ibn -e- jareer Tabri is a well known interpreter, historian and commentater.In his tafseer Jami-ul-bayan , he has described the ''Qraat'' wich are authentic according to his own set principles at 850 different places. According to him these ''Qiraat'' are appropriate which are harmonious to the script of the Quaan, it should be popular, consist on Arabic meaning and most of the people should have described it.In addition to proving problems and rules through Qiraat he has also used vocabulary, grammar, rituals and lexicens to explain rules and meaning.

Keyword: *Qiraat, Ibn -e- jareer Tabri,Tojehaat.*

قرآن مجید کی برکت سے کئی علوم وفنون وجود میں آئے، یہ علوم قرآن مجید کی حفاظت اور دین اسلام کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنے، جہاں عربی زبان محفوظ ہوئی وہاں دیگر کئی علمی اور دینی فوائد بھی حاصل ہوئے۔ قرآن مجید کے ساتھ مسلمان اہل علم کا تمسک، اس سے جڑے علوم سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کس قدر اہتمام کے ساتھ اس کے کلمات کا رسم وضبط، معانی ومفاہیم اور تفسیری خدمات پیش کی گئیں۔ اس کی قراءات متنوعہ کی ادائی، اصولی اور فرشی اختلاف بھی عہد نبوی، عہد خلفاء اور بعد کے ادوار میں لائق اعتناء رہے۔ قراءات قرآنیہ کی جمع وتدوین کے ساتھ ان کی لغوی، نحوی، صرفی، رسمی، بلاغی اور سباقی توجیہات کا بھی خاص الخاص اہتمام ہوتا رہا۔ امام ابن جریر طبری تیسری صدی کے ایک بہت بڑے مفسر اور مورخ تھے، انھیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے محض تفسیر کو ہی نہیں بیان کیا بلکہ تفسیر کرتے ہوئے ساتھ ساتھ قراءات قرآنیہ کو بھی ذکر کیا، مختلف قراءات کی توجیہات کی ہیں جن کے معانی قرآن پر اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں امام ابن جریر طبری کا توجیہات قراءات میں منہج واسلوب کیا ہے، اس سوال کا جواب دیا جائے گا۔

توجیہ کا لغوی معنی

لفظ توجیہ "وجَّه يوَجِهُ" سے باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا مادہ "و، ج، ھ" ہے، وجہ الکلام سے مراد کلام کا مقصود اور مطلوب ہوتا ہے۔[1] الوجہ سے مراد "مستَقبَل كلّ شئ" (ہر چیز کی جہت اور سمت)[2] ضرب المثل کے طور پر کہا جاتا ہے۔ "وجّہ الحجر وجة ماله"، یعنی پتھر کو درست سمت رکھو۔ "اَوْجَهه ووجهه" کا معنی کسی چیز کو خوبصورت اور وجیہ بنانے کے ہیں۔[3] واو، جیم اور ھا کا مادہ کسی چیز کے مقابل پر دلالت کرتا ہے، وجہ سے مراد ہر چیز کو ظاہر کرنا ہوتا ہے، کہا جاتا ہے "وجہ الرجل وغیرہ"، بسا اوقات وجہ سے مراد ذات ہوتی ہے،

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Vol. 5 No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

آپ کہتے ہیں" وجهی الیك"۔[4] "الوجیہ" سے مراد ہوتا ہے"مَن فیه خصال حمیدة من شأنه ان یعرف ولا ینکر"[5] (کسی فرد کی ایسی عمدہ صفات جو اس کی پہچان بن جائیں)"الجِهة" (بکسر الجیم) کا معنی طرف ہے، کہا جاتا ہے"اخذت جِهة کذا، الوِجة" (بکسر الواو) کا معنی قبلہ یا اس کی مثل چیز جس کی طرف منہ کیا گیا ہو،" الوَجاة والتجاه "کا معنی ہے آمنے سامنے ہونا، جبکہ "المواجهة" کا معنی ہوتا ہے کلام یا کسی اور مقصد کے لیے کسی کے سامنے آنا۔[6] "وجَّهہ یوجہ" کا ایک معنی نیت بھی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾[7] یعنی میری نیت اور ارادہ اللہ کے لیے ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔[8]

خربوزہ یا ککڑی کے نیچے گڑھا کھود کر اسے ایک جانب لٹا دینے کو بھی توجیہ کہتے ہیں۔[9] نیز یہ بھی کہا گیا ہے: "التوجیه جعل الکلام موجها ذاوجہ ودلیل"۔[10]

مذکورہ کلام سے معلوم ہوا لفظ توجیہ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے، ان کا ماحصل ہے:جہت خاص، چیز کو مناسب جگہ پر رکھنا، نیت، مقابلہ، پہچان وغیرہ۔

توجیہ القراءات کی اصطلاحی تعریف

"وهو علم یبین فیه دلیل القراءة وتصحیحها من حیث العربیة واللغة لیعلم القاری وجه القراءة"۔ [11]

"ایسا علم جو لغت اور عربی قواعد کے لحاظ سے قراءت کی تصحیح اور دلیل واضح کرے تاکہ قاری کو وجہ قراءت معلوم ہو سکے۔"

"علم باحث عن لِمِّیَّةِ القراءات کما اَنّ علم القراءة باحث عن انّیّتها"۔[12]

"ایسا علم جو قراءت کی درایت کے بارے بحث کرے جیسے علم قراءت قراءت کی روایت کے متعلق بحث کرتا ہے۔"

"التوجیه فی القراءات: تبیین وجه قراءة ما باعتماد احد أدلة العربیة الاجمالیة من نقل، وقیاس، واجماع واستصحاب حال"۔[13]

"اجمالی دلائل عربیت، نقل، اجماع، قیاس اور استصحاب حال میں سے کسی پر اعتماد کرتے ہوئے وجہ قراءت کی وضاحت کرنا توجیہ قراءت کہلاتا ہے۔"

توجیہ قراءات کی اہمیت وضرورت

علم توجیہ القراءات انتہائی اہم علم ہے، اس کی بنیادیں ہمیں عہد صحابہ میں ملتی ہیں، بعد کے لوگوں نے اس پر بہت کام کیا جو اس کی جلالت قدری اور اہمیت و ضرورت کو واضح کرتا ہے۔ ثبوت قراءت کے لیے وجہ نحوی کی موافقت بنیادی رکن اور اساس ہے، یہ علم قراءات قرآنیہ کے ثبوت کے ساتھ ساتھ ان کے دفاع کا بھی اہم ذریعہ ہے، جن لوگوں نے قراءات پر نحوی لحاظ سے طعن کیا، علماء نے اس فن اور علم کے ذریعے ان کو مسکت جواب دیا۔ جس طرح روایت میں قاری مقری کے لیے وثوق اور پختگی ضروری ہے اسی طرح درایت کے ان ذرائع سے باخبر ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔ امام جزری فرماتے ہیں:

"قاری مقری کے لیے جن علوم کا حصول لازم ہے ان میں علم فقہ ہے، وہ اس کے ذریعے اپنے دین کے معاملات کی اصلاح کر سکے اس علم کو زیادہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بوقت ضرورت وہ اپنے طلاب وغیرہ کو راہ نمائی دے سکے گا۔ اسی طرح اصول کا اس قدر علم ضروری ہے جس کے ذریعے وہ بعض قراءات میں طعن کرنے والوں کے شبہات کا رد کر سکے۔ اسے علم صرف و

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

نحو کا ایک حصہ بھی ضرور حاصل کرنا چاہیے تاکہ قراءات کے متعلق وارد اشیاء کی توجیہ کر سکے، یہ مقری کی انتہائی اہم ضروریات میں سے ہے۔ ورنہ وہ امام حمزہ کے وقف، امالہ وغیرہ میں غلطی کا شکار ہو گا، اسی طرح وقف و ابتداء میں بھی مسائل سے دوچار ہو گا۔

ابوالحسن البصری نے کیا خوب کہا ہے:

لقد یدعی علم القراءات معشر وباعھم فی النحوا قصر من شبر
فان قیل ما اعراب ھذا ووجھه رایت طویل الباع یقصر عن فتر

اسی طرح مقری، لغت اور تفسیر کے ایک حصے سے بھی آگاہ ہو"۔[14]

امام ابوشامہ (ت665ھ) المقدسی فرماتے ہیں:

"انسان جس معاملے میں اپنی عمر لگائے، جس کے ساتھ اس کا قلبی رشتہ رہے، جس میں اس کی سوچ اور فکر محو رہے، وہ علوم شرعیہ نافعہ ہیں۔ ان کے حصول کے بعد پسندیدہ اعمال میں استعمال کرے۔ ان سب علوم سے بڑھ کتاب اللہ ہے جس کی مثل مخلوق لانے سے عاجز آگئی... پھر وہ علوم ہیں جو اس کے متعلقہ اور کثیر الفوائد ہیں، اہم ترین اس کا حفظ اور الفاظ کی درستی... پھر الفاظ اور معانی کا استقصاء، اہل علم نے انہیں بڑی اہمیت دی آج یہ علوم انہی کی رہین منت ہیں"۔[15]

سفاقسی (ت1118ھ) رقمطراز ہیں:

" قاری کے لیے قراءات میں اتقان اور اخلاص کے بعد سب سے زیادہ ضروری چیز نحو و صرف کا اتنا علم ضروری ہے جو توجیہات قراءات میں اس کا معاون اور اسے کافی ہونے والا ہو، تفسیر اور غرائب القرآن بھی سیکھے تاکہ فہم قرآن آسان ہو سکے، ہمت کرے محض الفاظ قرآن کے سماع تک محدود نہ رہے، میرے نزدیک علوم عربیہ کا حصول علم قراءات کے لیے سات بنیادی وسائل میں سے ہے"۔[16]

امام نویری (ت857ھ) فرماتے ہیں:

" مقری کی شرائط اور اس پر واجب اشیاء میں سے ہے، وہ اتنے اصول یاد کرے جن کے ذریعے قراءت پر طعن کا رد کر سکے، صرف و نحو کو سیکھے تاکہ توجیہ قراءات کے قابل ہو سکے یہ دونوں علوم مقری کے لیے اہم ترین ہیں ورنہ اس کی غلطی زیادہ ہو گی"۔[17]

امام زرکشی (ت794ھ) فرماتے ہیں:

" یہ جلیل القدر فن ہے، اس کے ذریعے معانی کی قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے، ائمہ نے اس کا خوب اہتمام کیا اور اس میں مستقل کتب لکھیں۔ ان میں سے "الحجہ" از فارسی، "الکشف" از مکی اور "الھدایۃ" از مھدوی ہیں، یہ سب کتب کئی فوائد پر مشتمل ہیں"۔[18]

اس علم کے کثرت اسماء بھی اس کی اہمیت و فضیلت پر دلالت کرتے ہیں، اہل علم نے اس کے کئی نام ذکر کیے ہیں مثلاً معانی القراءات، حجۃ القراءات، وجوہ القراءات، اعراب القراءات، علل القراءات، احتجاج القراءات، توجیہ القراءات۔

امام ابن جریر طبری اور تفسیر طبری

امام ابو جعفر، محمد بن جریر بن یزید طبری، آملی[19] آپ 224ھ کے اواخر یا 225ھ کے اوائل میں آمل طبرستان (موجودہ ایران) میں پیدا ہوئے۔[20] آپ کے والد آپ کی تعلیم کے لیے انتہائی حریص تھے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، آٹھ سال کی عمر میں امامت کروائی اور نو سال کی عمر میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

حدیث لکھنی شروع کر دی، ان کے والد نے دیکھا یہ رسول اللہ کے سامنے کھڑے ہیں اور پتھروں کے برتن سے پتھر پھینک رہے ہیں۔ معبرین نے اس کی تعبیر علم دین سے کی۔[21]

آپ نے حصول علم کے لیے رے، بغداد، شام، مصر اور بیروت وغیرہ کے سفر کیے۔ آپ نے حصول علم کے لیے تکالیف بھی اٹھائیں۔ آپ نے ابن خزیمہ، محمد بن نصر مروزی اور محمد بن ہارون رویانی کے ہمراہ مصر کا سفر کیا تو نفقہ ختم ہو گیا فاقوں کی نوبت آئی، ایک رات فیصلہ ہوا قرعہ ڈالیں جس کے نام نکلے وہ مانگ کر لائے خود اور ساتھیوں کو کھلائے۔ ابن خزیمہ کے نام قرعہ نکلا۔ کہا تھوڑی مہلت دو نماز پڑھ لوں اسی دوران والی مصر کا کارندہ آیا نام پوچھا؟ چاروں کو پچاس پچاس دینار دیے، والی مصر کو خواب آیا "محامد" بھوکے ہیں، ان کے نفقہ کا بندوبست کرو، سنو! جب تک یہاں رہو تمہاری مرض لیکن جب بھی نفقہ ختم ہو دوبارہ طلب کر لینا۔ اسی طرح بغداد میں قمیص کی آستین تک بیچنی پڑی۔[22]

ذھبی نے آپ کے پینتالیس سے زائد اساتذہ اور بیسیوں شاگردوں کے نام نقل کیے ہیں۔[23] حدیث میں زیادہ کسب محمد بن حمید رازی اور مثنٰی بن ابراہیم ابلی سے کیا۔[24] آپ بہت وسیع العلم اور قوی الحفظ تھے، شاگردوں سے تفسیر لکھنے کے لیے پوچھا تم تیار ہو؟ انہوں نے دریافت کیا کتنی بڑی ہو گی؟ فرمایا: تیس ہزار اوراق، انہوں نے کہا اس میں تو ساری عمر لگ جائے گی، پھر تین ہزار تک اختصار کروایا اسی طرح تاریخ کا پوچھا شاگردوں نے وہی جواب دیا فرمایا: انا للہ ماتت الھمم۔[25] آپ بہت عالی ہمت اور متواضع تھے، آپ نے چالیس سال ہر روز تقریباً چالیس اوراق لکھے۔[26]

آپ نے قراءت ایک جماعت سے حاصل کی[27] اور اپنا اختیار بنایا، اسے ابو الحسین جَبّی کے بہت اسرار پر اس شرط پر نقل کی اجازت دی کہ زندگی میں ان کی طرف نسبت نہیں کریں گے، آپ نے قراءت پر اٹھارہ جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی۔[28] قراءت میں آپ صاحب اختیار تھے۔ اھوازی نے الاقناع میں بھی یہی کہا ہے۔[29] بعض اہل علم نے تفسیر میں آپ کی بیان کردہ قراءات کو آپ کا اختیار قرار دیا ہے، مگر یہ توجیہ مشکل ہے، ائمہ قراءات نے اپنے اختیارات کے باوجود کسی بھی صحیح قراءت کی نفی نہیں کی۔ آپ کی تصانیف میں سے زیادہ معروف تفسیر جامع البیان اور تاریخ طبری ہیں، تفسیر جامع البیان کے محقق عبد اللہ ترکی نے مقدمہ تحقیق میں آپ کی تینتالیس کتابوں کے نام ذکر کیے ہیں۔[30]

اہل السنہ علماء نے آپ کی خوب تحسین کی ہے۔ تفسیر میں جا بجا معتزلہ اور دیگر مبتدعین کا رد بھی ظاہر کرتا ہے۔ آپ اہل السنہ والجماعہ میں سے ہیں۔

خطیب بغدادی کے بقول آپ تا دم وفات بغداد میں قیام کیا، آپ ان علماء میں سے ہیں جن کے علم و فضل کی وجہ سے ان کی رائے معتبر مانی جاتی ہے، آپ اپنے ہم عصر علماء میں علوم میں فائق تھے۔[31]

ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ تاریخ، فقہ، حدیث اور تفسیر جیسے علوم میں امام ہیں۔ آپ نے متعدد علوم پر شاندار کتب تصنیف فرمائی ہیں جو آپ کی علمی گہرائی اور گیرائی پر دلالت کرتی ہیں، آپ مجتہد ائمہ میں سے تھے۔[32]

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ آپ کو اپنے عہد کے تمام علماء پر علمی فوقیت حاصل ہے۔ آپ قرآن کے حافظ، معانی و سنن کے عالم، فقہ میں اختلافی مذاہب پر دسترس رکھنے والے فقیہ، تاریخ امم و اقوام سے انتہائی باخبر اور کثیر التصانیف عالم ہیں۔[33]

یاقوت حموی رقمطراز ہیں کہ ابو جعفر طبری، محدث، فقیہ، مقری اور معروف مؤرخ ہیں۔[34]

امام ذہبی کے مطابق آپ ثقہ صادق، حافظ، تفسیر، فقہ، اجماع و اختلاف، تاریخ، قراءات اور لغت وغیرہ میں درجہ امامت پر فائز تھے۔[35]

تفسیر طبری کے متعلق علماء کی آراء

تفسیر طبری اپنے حجم اور فوائد کے لحاظ سے انتہائی شاندار ہے۔[36] تفسیر شروع کرنے سے قبل تین سال دعا اور استخارہ کیا حتی کہ اللہ نے

Vol. 5 No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

توفیق سے نوازا۔[37] اس لیے ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ موجودہ تفاسیر میں سے سب سے زیادہ صحیح تفسیر ابن جریر طبری کی ہے، وہ صحیح اسانید کے ساتھ اقوال سلف ذکر کرتے ہیں۔ یہ بدعت اور متہم راویوں کی روایات سے پاک ہے۔[38]

امام سیوطی کے بقول اگر آپ قابل اعتماد تفسیر کا پوچھیں تو تفسیر طبری علماء کے ہاں بالاتفاق اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی۔

امام نووی نے "تہذیب" میں لکھا ہے کہ " كتاب ابن جرير فی التفيسر لم يصنِف احد مثله"۔[39]

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں:

"تفسیر ماثورہ میں طبری کی جامع البیان فی تفسیر القرآن اجل التفاسیر ہے۔ اقوال صحابہ، تابعین مع اسانید و ترجیح اس کے خصائص میں سے ہے، بہ کثرت استنباطِ احکام اور وجوہ اعراب جو توضیح معنی کے لیے خوب معاون ہیں، کو بیان کیا ہے، ہاں بسا اوقات غیر صحیح اسانید بلا تنبیہ نقل کر دیتے ہیں"۔[40]

ابو حامد فقیہ کے بقول کہ آدمی تفسیر ابن جریر طبری کے حصول کے لیے اقصائے چین ملک کا بھی سفر کرے تو زیادہ نہیں۔

ابن بالُویہ کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے پوچھا مجھے معلوم ہوا ہے آپ نے تفسیر ابن جریر لکھی ہے؟ میں نے کہا ہاں میں نے املاءً لکھی ہے۔ پوچھا ساری؟ میں نے کہا جی! مجھ سے عاریۃً لی اور دو سال بعد واپس کی تو فرمایا: میں نے اول سے آخر ساری پڑھی، زمین پر ابن جریر سے بڑا کوئی عالم نہیں حنابلہ نے ان پر ظلم کیا۔[41]

امام طبری کا منہج

تفسیر طبری روایت و درایت پر مشتمل تفسیر ماثور کا قدیم خزانہ ہے، امام طبری آیت یا اس کے مطلوبہ حصہ کو نقل کر کے اس کے متعلق احادیث، اقوال، آثار، اشعار لغت، قراءات اور توجیہات نحوی وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ فقہی آراء کو بالدلیل ترجیح اسانید کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ بعض جگہ اسانید خوب تحقیق کو مد نظر بھی رکھا اور بعض جگہ نہیں۔ اجماع امت کو معتبر دلیل مانتے ہیں، مثلاً ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ کے تحت لکھتے ہیں: "الدلالة على ذلک اجماع الامة جميعاً على ان ذلک معناه"۔[42]

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی آپ کے منہج کے متعلق لکھتے ہیں:

"ایک آیت کا جس حصے کی تفسیر مطلوب ہوتی ہے اس سے پہلے "القول فی تأویل قولہ کذا وکذا" کہ کر اپنی سند سے صحابہ اور تابعین سے تفسیر نقل کرتے ہیں، اگر ایک سے زائد اقوال ہوں تو ہر قول اور اس کے صحابہ و تابعین سے قائلین اور ان کے دلائل نقل کرتے ہیں۔ پھر محض روایت کا نقل مقصود نہیں ہوتا، ان میں ترجیح اور ان کی توجیہ بھی بیان کرتے ہیں، اسی طرح بوقت ضرورت اعراب کو بیان کرتے ہیں"۔[43]

امام طبری خود اپنے منہج کے متعلق مقدمہ میں بیان کرتے ہیں:

"ونحن فی شرح تأويله،وبيان ما فيه من معانيه منشؤون ان شاء الله ذلک كتابا مستوعبا لكل مابا الناس اليه الحاجة من علمه جاها ومن سائر الكتب غيره فی ذلک كافيًا ومخبرون فی كل ذلک بما انتهى الصينا من اتفاق الحجة فيما اتفقت عله الامة واختلافها فيما اختلفت فيه منه مبين و علل كل مذهب من مذاهبهم وموضحوا الصحيح لذينا من ذلک باوجزما امكن من الايجاز فی ذلک واختصرما امكن الاختصار فيه"[44]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

یعنی ہمارا مقصود قرآنی الفاظ کی تشریح و توضیح پر مشتمل ایسی کتاب ہے جو لوگوں کی ضرورت پوری کرے۔ انہیں دیگر کتب سے کافی ہو جائے، امت کے مابین اتفاقی اور اختلافی مسائل کا بیان مع دلیل اور ان میں سے ہمارے نزدیک صحیح کی وضاحت ممکنہ اختصار کے ساتھ بیان ہے۔

یعنی پوری توجیہ معانی قرآن کی توضیح پر ہے حشو وزائد سے کتاب کو خالی رکھا ہے۔ یہی طریقہ پوری تفسیر میں نظر آتا ہے۔ مثلاً سورہ انعام آیت 103 کے تحت معتزلی فکر کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ کتاب کا اصل مقصد فقط ناظر کی آگاہی ہی ہو کے لیے کہ شیطانی تلبیسات ہیں نہ کہ کتاب وسنت سے ماخوذ مسائل۔[45]

اس لیے ابن عطیہ فرماتے ہیں:

’’ثم ان محمد بن جرير الطبرى رحمه الله جمع على الناس شتات التفسير... وقرَّب البعيد وشفى الاسناد"۔[46]

بیان قراءت میں اسلوب

امام ابن جریر طبری نے قراءت کو بیان کرنے کے لئے درج ذیل منہج اختیار کیا ہے:

i. آیت یا جزو آیت کے ذکر کے فوراً بعد اختلاف قراءات بیان کیا ہے۔ مثلاً: آل عمران 181، انعام 105، (ائمہ میں سے جو قراءت پانچ سے منقول ہے اسے رد نہیں کیا)۔

منفرد قراءات ان کے ہاں شاذ ہے، جبکہ بکثرت ناقلین کو اجماع قراء سے تعبیر کرتے ہیں۔

ii. تفسیر کر کے آخر میں قراءت کو "اختلفت القرأة" کے عنوان سے بیان کیا۔

iii. تفسیری اقوال میں سے کسی کو ذکر کیا اور اسکے موافق قراءت کا ذکر کیا۔ پھر دوسرے قول کو بیان کیا اور اس کی مؤید قراءت کو بیان کریں گے۔

iv. آپ نے صحیح اور شاذ دونوں قراءات کو بیان کیا ہے۔ کسی جگہ متواتر قراءت کلام انکار (شاید اپنے اختیار کی وجہ سے یا دلائل ظاہری کی وجہ سے) کیا اور کہیں شاذ قراءت کو بلا تعلیق تبصرہ بیان کر دیا۔ کہیں متواتر قراءات میں ترجیح، اولیٰ، اور صواب و غیر صواب جیسے الفاظ کو استعمال کئے ہیں۔ جس کی معقول توجیہ (اختیار قراءت) کے سوا مشکل ہے۔

v. آپ نے اکثر مقامات پر قراءات کی نسبت معروف امصار کی طرف کی اور بعض جگہ قراء کی طرف بھی کی، امام شعبہ کی قراءت کو بیان کرتے ہوئے امام عاصم کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ روایت حفص سے تعرض نہیں کیا ہے۔ شاید آپ کے عہد میں اسے شہرہ حاصل نہیں تھا۔

vi. قراءات کی توجیہ، لغت، اشعار، سیاق اور اقوال منقولہ سے کرتے ہیں، معانی از فراء سے کافی فائدہ اٹھایا، بعض مقامات پر مکمل عبارات نقل کی ہیں، کہیں فراء کی نسبت سے اور کہیں بغیر نسبت کے۔

vii. امام طبری نے 814 آیات میں قراءت پر بحث کی ہے، بعض جگہ موجودہ قراء عشرہ کی مثل اور بعض جگہ ان کے مخالف ہیں، کہیں محض بیان قراءت پر اکتفا کیا ہے۔

viii. قراءات پر حکم لگاتے ہوئے درج ذیل الفاظ کا استعمال کرتے ہیں:

انها شاذة ۔بقرہ 126

انها قراءة غير جائزه لشذوذها ۔بقرہ240

ان غيرها اصوب منها۔ مائدہ95

Vol. 5 No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ان غبرھا اشبہ بالحق واقرب للصواب ۔انعام105

وذلک فی کلام العرب قبیح غیر فصیح ۔انعام137

والصواب من القراءۃ فی ذلک عندنا، نعم، بفتح العین لانھا القراءۃ المسقیضۃ فی قراءۃالامصار واللغۃ المشھورۃ فی العرب۔ الاعراف 44''

نیز یہ الفاظ بھی استعمال کئے ہیں

غیر جائزۃ القرائ ۃ بہا ، أعجب القراء تین، حرمۃ القرائ ۃ بہا، لا أستجیز القرائ ۃ بہا، القراء ۃ التي ھی القرائ ۃ، أشد إیثارًا، قراء ۃ غیر حمیدۃ، محظورۃ غیر جائزۃ، أولی القراءتین، خطأ قراء ۃ من قراء ذلک، الواجب الصحیح من القراء ۃ ، لا یصلح غیرہ أن یقرأ بہ، أحب القراء تین، الصواب من القراءۃ، منع القراء ۃ بہا۔

تتبع سے معلوم ہوتا ہے طبری کے ہاں قبول یارد قراءات کے لیے درج ذیل اصول ہیں۔

i- رسم کی موافقت مثلا:نساء24

ii- اکثریت سے منقول ہو،ان کی ہاں کثرت سے مراد معلوم ہوتا ہے جو تین یازائد قراسے منقول ہو۔

قراءمیں سے 4سے زائد سے منقول کی مثال:نساء5 البقرہ:140 تین یازایئد سے منقول ،مائدہ:95،نساء11

iii- افصح لغت کے موافق ہو۔

iv- سیاق کلام کے مطابق ہو۔

ڈاکٹر محمد حسین ذھبی لکھتے ہیں:

''ابن جریر قراءات نقل کر کے مختلف معانی پر اتارتے ہیں، بہ کثرت ایسی قراءات نقل کرتے ہیں جو ان کے ہاں یا ائمہ قراءات کے ہاں حجت نہیں ہوتی، جو ایسے مضطرب اصول پر ہوتی ہیں جن سے کلام اللہ کے معنی میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے، پھر ان میں اپنی رائے سے توجیہ بیان کرتے ہیں مثلاً: وسلیمان الریح عاصفۃ[47] میں اعراج کی قراءات، الریح میں رفع ابتداء کی بناء پر ہے، میں اس قراءت کو ناجائز سمجھتا ہوں، یہ اجماع قراء کے خلاف ہے[48] طبری کے قراءات کی توجیہات کے اہتمام کی وجہ یہ ہے کہ وہ قراءات کے مشہور علماء میں سے تھے۔''[49]

ڈاکٹر ذحیلی رقمطراز ہیں:

''جس آیت میں قراءت کی دو یا اس سے زائد وجوہیں ان کو نقل کرتے ہیں، پھر ہر ایک کی تقویت کے دلائل نقل کرتے ہیں، پھر کسی ایک کو ترجیح یا ان میں برابری یا کسی قراءت کے دوسری پر امتیاز کو بیان کرتے ہیں، اسی لیے بعض علماء قراءات نے طبری کے اس عمل پر نکیر کی ہے اور طبری نے جن طاعنین قراءت کے لیے راہ کھولی جو متواتر قراءات میں بدی طعن کرتے ہیں کا ذمہ دار ٹھہرایا

Vol. 5 No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ہے، انہوں نے اہل لغت کو راہ دی اس سے بچنا ضروری ہے۔ لیکن حقیقت میں طبری نے قراءات کو لغت کے اصولوں کے سامنے جھکایا نہیں بلکہ ان کے خیال میں نبی کریم سے منقول قراءات فصیح لغت کے قواعد کے موافق ہیں۔"[50]

امام ابن عامر شامی کی قراءت کے متعلق طبری کی مجموعی رائے اچھی نہیں۔ خاص کر جہاں متفرد ہیں مثلا: نساء66 قتل اولادهم شركاءهم ۔

توجیہات قراءات کی امثلہ

امام ابن جریری طبری نے مندرجہ ذیل جہات سے قراءات کی توجیہ کی ہے۔

صرفی و نحوی اعتبار سے توجیہ

رسم عثمانی کے اعتبار سے توجیہ

سیاق کلام کے اعتبار سے توجیہ

لغوی اعتبار سے توجیہ

1۔ سیاق کلام کے اعتبار سے توجیہ قرآت کی مثالیں۔

مثال اول:

﴿لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾ [51]

قراءات:

﴿لَتُبَيِّنُنَّهُ﴾(بالیاء)۔ مکی، بصری، شعبہ (احب الى الطبرى)

﴿لَتُبَيِّنُنَّهُ﴾ (بالتاء)۔ باقی قراء[52]

توجیہ و مفہوم:

"بالتاء" کا معنی: قال الله لهم: ﴿لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾۔

"بالیاء" پڑھیں تو اللہ اپنے نبی کو ان کے متعلق خبر دے رہے ہیں۔ دونوں قراءات متواتر اور مشہور ہیں۔ قاری جو بھی پڑھ لے درست ہے۔ اس کے باوجود بالیاء طبری کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس کی وجہ آیت میں موجود لفظ ﴿فنبذوه﴾ ہے۔ دونوں جگہ غائب میں برابری ہو، تاکہ معنی میں مثلیت پیدا ہو جائے۔ کلام کے اول حصہ میں خطاب (اولی) ہو تو ﴿فنبذوه وراء ظهور كم﴾ کہنا زیادہ مناسب ہوتا۔[53] غیب والے ﴿فنبذوه﴾ پر لوٹاتے ہیں جبکہ خطاب والے حکایت مراد لیتے ہیں۔[54]

مثال دوم:

﴿فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ ۚ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۖ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ﴾ ۔ [55]

﴿سِحْرَانِ﴾ (بكسر السين واسكان الحا) عاصم، حمزہ، کسائی، خلف (ابی رزین) اولی عند الطبری

﴿ ساحران﴾ (بفتح السين والف بعدها والحاء) باقی قراء (ابن عباس، سعید بن جبیر)[56]

توجیہ و مفہوم:

Vol. 5 No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

بعض مفسرین کے ہاں" ساحران "سے مراد موسیٰ اور محمد علیہم السلام صلی اللہ علیہ وسلم بعض کے ہاں موسیٰ اور ہارون، جبکہ بعض کے ہاں عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے تعاون کیا ہے۔ جبکہ " سِحْرَانِ " سے مراد تورات اور قرآن یا انجیل اور قرآن ہیں۔[57] ابن عباس " ساحران "کا معنی موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے تھے، سعید ابن جبیر اور ابورزین میں سے ایک " سِحْرَانِ "اور دوسرے " سِحْرَانِ " پڑھتے تھے " سِحْرَانِ " والے توراۃ وانجیل جبکہ " ساحران "پڑھنے والے موسیٰ اور ھارون معنی کرتے تھے۔[58]

اولی قراءت " سِحْرَانِ تظاهرا " بمعنی موسیٰ کی کتاب توراۃ اور عیسیٰ کی کتاب انجیل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کتاب کا ذکر ہے فرمان باری تعالیٰ: ﴿قالوا لو لا اوتی مثل ماأوتی موسیٰ﴾[59] اس کے بعد ﴿فأتوا بكتاب من عند الله هواهدى منهما اتبعه﴾[60] میں کتاب کا ذکر ہے چنانچہ ان کے مابین بھی کتاب کا ذکر زیادہ اولی واشبہ ہے۔[61]

مثال سوم:

﴿مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾[62]

قراءات:

﴿يُوصىٰ﴾(مجہول) مکی، شامی، شعبہ

﴿يُوْصِيْ﴾(معروف) باقی تمام قراء[63] (اولی عند الطبری) دونوں متواتر ہیں۔

توجیہ و مفہوم:

معروف قراءت والی ہے، اس ساری آیت میں فعل معروف ہی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ ﴿وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِن كَانَ لَهٗ وَلَدٌ﴾۔ لہٰذا "يُوْصِيْ" بھی معروف ہو یہ اولی ہے، تاکہ معروف کی خبر ہو۔ کلام کی تفسیر: "وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ من بعد وصيه يوصى بها اودين يُقضىٰ عنه" قرض اور وصیت کی تکمیل کے بعد بچ جانے والا مال اگر میت کی اولاد ہو تو اس مال سے میت کے والدین میں ہر ایک کے لیے سدس (1/6) ہے۔[64] معروف میں متعین شخص (میت) مراد ہے جبکہ مجہول میں غیر معین مراد ہے۔[65] دونوں صورتوں میں وصیت کی اہمیت اُجاگر کی گئی ہے۔ یہ علت درست نہیں کہ بعض احوال میں ثابت ہو اور بعض میں نہ، کیوں کہ قرآن اشعار کی مانند تو نہیں، قافیہ میں فتحہ کی جگہ الف کسرہ کی جگہ یا اور ضمہ کی جگہ واو ضرور آتا ہے تاکہ وزن شعری مکمل ہو جائے۔ قرآن میں ایسی کوئی مجبوری نہیں۔[1] تینوں متواتر قراءات ہیں۔

2۔ رسم کے اعتبار سے توجیہات کی مثالیں

مثال اول:

﴿لم يتسنّہ﴾[66]

قراءات:

﴿لم يَتَسَنَّ﴾ (وصلاً بحذف الهاء) حمزہ کسائی، یعقوب، خلف (طبری کے ہاں غیر صواب)

﴿لم يتسنّہ﴾ (وصلا وقفاً باثبات الهاء الساكنه) باقی تمام قراء۔[67]

مفہوم و توجیہ:

﴿لم یتسنّ﴾ وصلا وقفا ھاء کو حذف کرنے والے اسے زائدہ خیال کرتے ہیں، جیسے فبھدھم اقتدہ[68] ۔ان کے ہاں یہ "تفعلت "کے وزن پر "تسنیت تسنیاء" سے ماخوذ ہے، ان کی علت "السنۃ" کی جمع سنوات" آتی ہے۔ چنانچہ "تفعلت" صحیح ہے، جو "السنۃ" کو" مسنیفۃ "کہتے ہیں ان کے ہاں بھی جائز ہے، اگرچہ کم ہے کہ "تسنیت" ، "تفعلت" کے وزن پر ہو، نون کو "یا" سے بدل دیا جاتا ہے جب کئی نون جمع ہو جائیں، جیسے کہتے ہیں: "تظنیت "اس کی اصل "الظن "ہے بعض کے بقول یہ ﴿حمأٍ مسنون﴾[69] سے بمعنی متغیر ماخوذ ہے۔ اس کا نون "یا" سے بدل گیا۔[70]

﴿لم یتسنّہ﴾ وقفا وصلا ھاء کو ثابت رکھنا، اس کے ہاں "ہ" فعل کا لام کلمہ ہے، لم نے اسے مجزوم کر دیا، یہ "فعلت" کے وزن پر ہے۔ اسی سے "تسنھت، اتسنۃ تسنھا" ہے، اس کی تصغیر "سنیھۃ، سنیۃ" آتی ہے، "اسنیت" اور "اسنھت عند القوم" اس وقت کہتے ہیں جب کسی کے ہاں سال بھر رہیں۔[71]

درست قراءت حالین میں "ہ" کو ثابت رکھنے والی ہے۔ مصاحف میں اسی طرح مکتوب ہے، سادے دونوں حالتوں میں ثابت رکھنا صحیح ہے۔ اس کا معنی ہو گا کہ سالوں کے مرور نے بھی اس میں تغیر پیدا نہیں کیا۔ یہ فصیح لغت ہے۔ کلام اللہ کے وصل و وقف میں غیر فصیح کی اجازت نہیں، اثبات کلام عرب میں صحیح وجہ ہے، قرآن میں غیر ثابت کو ثابت کرنا درست نہیں، اس کا حذف بھی کلام میں معروف ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ مصحف میں ہائے سکتہ بھی تو زوائد میں سے ہے، جیسے ﴿فبھدھم اقتدہ﴾[72] وغیرہ۔ اصل میں تو ان میں حذف "ہ" ہے؟ بلاشبہ یہ "ھا" وصل بہ نیت وقف کی غرض سے زائد ہے، اگر ان زوائد میں اصلی ہونے کا احتمال ہو تو جائز ہیں وگرنہ نہیں، یہ زوائد مصاحف میں ثابت ہیں۔ عرب بسا اوقات وقف وصل میں کچھ چیزوں کو یکساں رکھتے ہیں، اس سے بھی ﴿لم یتسنّہ﴾ میں دونوں حالتوں میں "ہ" کو باقی رکھنے کی دلیل ہے، سو اس کا اور دیگر زوائد ھاءات جن کا زائد ہونا احتمالی نہیں، کو یکساں سمجھنا قیاس مع الفارق ہے۔[73]

﴿لم یتسنّہ﴾ کا معنی تفسیر میں ''لم یتغیر'' ہے، اس کی ھاء اصلی ہے وصلاً وقفاً ثابت رکھی جائے گی، جو وصلاً بدون ھاء پڑھتے ہیں انہوں نے ''المساناۃ'' سے مانا ہے کیونکہ اس کے لام کلمہ میں واو اور ھا آئے ہیں یعنی ھا زائدہ ہے۔

ھاء کو زائدہ بنانے والے "فعَّلت" (باب تفعیل) سے بناتے ہیں۔ ''السنۃ'' کی جمع ''السنوات'' آتی ہے۔ لہذا "تفعَّلت" درست ہے۔ اس کی تصغیر "سُنَیْنَۃ" اگرچہ قلیل ہے مگر جائز ہے۔ نون زیادہ ہوئے تو ایک کو یا کر دیا۔

بعض اسے ﴿حمأٍ مسنون﴾ سے ماخوذ مانتے ہیں، اس صورت میں بھی نون کو یا سے بدلا گیا، اس کا معنی متغیر ہونا کے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ "السنۃ "سے ماخوذ ہے یعنی سالہا سال کا مرور بھی اسے نہ بدل سکا۔[74]

امام طبری (م310ھ) کے ہاں اثبات ھا والی قراءت صواب ہے (حالانکہ دونوں قراءات متواتر اور منقول شدہ ہیں) تاہم وصلاً ھا کے حذف والی قراءت کو مصحف کے خلاف ہونے کی بنا پر غیر صحیح کہا ہے۔

پہلی قراءت کے مطابق مفہوم ہے سالہا سال گزرنے کے باوجود کھانا ویسا کا ویسا ہے۔ اور دوسری قراءت کے مطابق اس کھانے کے ذائقے میں بدبو پیدا نہیں ہوئی۔ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے کہ کھانا خراب نہیں ہوا۔ طبری نے "لم یتغر" کا معنی راجح قرار دیا ہے جبکہ "لم یَتْنَنْ" مرجوح کہا ہے۔

مثال دوم:

﴿وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ ۔﴾[75]

قراءات:

﴿ذوعسرۃ﴾ - ابی بن کعب[76] شاذ (عند الطبری شاذ)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

محمد بن نصر الکرمانی نے ابن ابی عبلہ اور ابان بن عثمان سے بھی وان کان ذاعسرۃ نقل کیا ہے۔[77]

مفہوم و توجیہ:

حضرت ابی کی قراءت ''ذا عسرۃ'' یہ عربیت میں جائز ہے۔اس کے مفہوم میں دو اقوال ہیں:

۱۔ربا والے قرض میں مہلت لازم ہے، یہ ابن عباس اور شریح کا قول ہے۔

۲۔ظاہر آیت کے مطابق ہر قرض کو شامل ہے۔یہ عطاء اور ضحاک کا قول ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ ربا میں نصًا اور باقی کو قیاس کے ذریعے شامل ہے۔[78]

قراءۃ ابی بن کعب میں ''ذا عسرۃ'' ہے، معنیٰ "وان کان الغریم واعسرۃ،فنظرۃ الی میسرۃ"۔یہ وجہ اگرچہ عربیت کے لحاظ سے جائز ہے مگر مسلمانوں کے مصاحف کے رسم کے مخالف ہونے کی وجہ سے بطور قراءت جائز نہیں۔[79]

مثال سوم:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰي سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا ﴾۔ شاذ[80]

﴿كَاتِبًا﴾ ۔ تمام افراد

﴿کتابا﴾۔ ابی، ابن عباس، مجاھد، ابو العالیہ[81]

توجیہ و مفہوم:

جمہور بصیغہ واحد ''کاتباً'' جبکہ ابی، مجاہد اور ابو العالیہ بصیغہ مصدر "کتابا "پڑھتے ہیں، یا یہ کاتب کی جمع "کتابا "ہے جیسے صاحب اور صحاب، کاتب کی نفی کتابت کی نفی کی مقتضی، اور اس کے برعکس بھی، ابن عباس اور ضحاک نے جمع کا اعتبار کرتے ہوئے پڑھا، ہر حادثہ، موقع کا الگ کاتب ہوتا ہے، ابو العالیہ نے نوازل کے اعتبار سے جمع پڑھا ہے۔[82]

بعض امصار کے قراء﴿ولم تجدوا کاتباً﴾ بمعنیٰ: ولم تجدوا من یکتب لکم کتاب الذی تداینتموہ الی اجل مسمی'' پڑھا ہے۔بعض متقدمین﴿ولم تجدوا کتابا﴾ بمعنیٰ:"ولم یکن لکم الی اکتتاب کتاب الدین سبیل، اما بتعذر الدواۃ والصحیفۃ، واما بتعدد الکاتب، وان وجدتم الدواۃ والصحیفۃ" ۔[83]

پہلی قراءت ہی درست ہے، اس کا معنیٰ کاتب، یہ مصاحف کے موافق ہے، دوسری قراءت مصحف کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

مفہوم ہوگا سفر میں ادھار لین دین کرو اور کاتب نہ پاؤ جو تمہیں تحریر لکھ دے تو اس قرض کے بدلے رہن رکھ لو تاکہ تم اپنے مالی معاملات احسن اور مضبوط طریقے سے انجام دے سکو۔[84]

3۔صرفی نحوی اعتبار سے توجیہات

مثال اول:

﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾[85]

﴿يَكْذِبُوْنَ﴾(تخفیف ذال) عاصم، حمزہ، کسائی، خلف (صواب عند الطبری)

﴿یُکذِّبون﴾(تشدید ذال) باقی قراء[86]

توجیہ و مفہوم :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

﴿یُکذِّبون﴾ (بالشدید) کا مطلب ہے اللہ رب العزت کے ہاں منافقین کے لیے عذاب الیم کا سبب نبی کریمؐ اور جو کچھ آپؐ لے کر آئے اسے جھٹلانا ہے۔ محض جھوٹ بولنا جس میں کسی کی تکذیب نہ ہو، یہ تو کسی کیلئے عذاب یسیر کو لازم نہیں ٹھہراتا، چہ جائیکہ عذاب الیم کو؟ میں اس بات کو درست نہیں سمجھتا کیونکہ اس سورت میں منافقین کی بابت پہلی خبر یہ بتائی گئی ہے کہ انہوں نے اپنی زبانوں سے جھوٹے ایمان کا دعوی کیا ہے تاکہ اللہ، رسول اور مومنین کو دھوکہ دے سکیں۔ چنانچہ حکمت باری تعالی میں زیادہ بات اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ وعید کا ذریعہ انکے وہ برے افعال و اخلاق ہوں جن کا ذکر ہوا، نہ کہ جن سے تعرض ہی نہ کیا گیا۔ قرآن کا عمومی اسلوب بھی یہی ہے کہ محاسن کے بعد انعامات اور رزائل کے بعد سزاؤں کا ذکر ہے۔ لہذا منافقین کے لیے آیت میں عذاب الیم کا سبب وہ جھوٹ ہے جو شک اور تکذیب کا جامع ہے، جیسا کہ سورت المنافقون کے آغاز میں بھی ہے۔ اگر تشدید والی قراءت درست ہوتی تو منافقوں کے شروع میں "لکاذبون" کی بجائے" لمکذبون "ہوتا۔ لہذا صحیح قراءت "یکذِبُون " تخفیف ذال والی ہے۔[87] دونوں متواتر قراءات ہیں۔

مثال دوم:

﴿ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴾[88]

قراءات:

﴿اِن کنتم﴾ (بکسر الھمزۃ) نافع، حمزہ، کسائی، خلف، ابوجعفر

﴿اَن کنتم﴾(بفتح الھمزۃ) باقی قراء[89]

توجیہ و مفہوم:

بکسر الھمزۃ کا معنی: افنضرب عنكم الذكر صفحا اذ كنتم قومًا مسرفين (کیا ہم تم سے اس نصیحت کو اس وقت اعراض کرتے ہوئے ہٹالیں جب تم حد سے بڑھنے والے ہو جاؤ)، جبکہ ''اَن'' بفتح الھمزہ کا معنی: لَاَنْ كنتم۔ ''اَن'' کے ہمزہ کی فتح بعض بصری نحویوں کے ہاں ''لَاَن'' ہے، جبکہ بعض کوفی نحویوں کے ہاں فتح کی وجہ ماضی کے معنی میں ہونا ہے، کہا جاتا ہے: "اَتيتُ اَن حرمتنى" اس سے مراد: "اذ حرمتنى" اور کسرہ اس وقت ہوگا جب آپ کا ارادہ "اتيتُ اِنْ تحرِمنى" کا ہو۔[90] اس موقعہ پر ''اَن'' کا فتحہ اور کسرہ دونوں معروف، منقول اور صحیح المعنی قراءات ہیں۔ قاری جو پڑھے درست ہے، عربوں کے ہاں ''اَن'' سے پہلے فعل مضارع ہو تو کسرہ اور لام تاکید کی نیت ہو تو کبھی فتحہ دیتے ہیں، ہاں اگر ما قبل فعل ماضی ہو تو فتحہ ہی دیتے ہیں، قمت اَن قمتَ۔[91]

4۔ لغوی اعتبار سے توجیہات کی مثالیں

مثال اول:

﴿وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْط وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ط كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ﴾[92]

قراءات:

﴿خُشْب﴾ (باسکان الشین) قنبل، بصری، کسائی

﴿خُشُب﴾ (بضم الشین) باقی قراء[93]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

توجیہ و مفہوم:

’’خُشُب‘‘ شین اور خاء مضموم ’’ الخشبۃ‘‘ کی جمع ’’ خِشَابًا‘‘ کی جمع الجمع ہے، جیسے "الثمرۃ" سے "ثمار" اور" ثُمُر ا"سے جمع کہنا بھی جائز ہے، جیسے : "الاکمۃ" سے ’’أُكْمًا‘‘ اور ’’أُكُمًا‘‘ اور ’’ البدنۃ‘‘ سے ’’البُدُن‘‘ اور ’’البُدْن‘‘۔ [94]

دونوں ہی معروف قراءات اور فصیح لغات ہیں۔" فَعَلَۃ" کے وزن پر آنے والے اسم کی جمع ’’فُعْل‘‘ ساکن الاوسط عربوں کے ہاں اکثر ہے۔

[95]

مثال دوم:

﴿وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾[96]

قراءات:

﴿الرُّجز﴾ (بضم الراء) حفص، ابوجعفر، یعقوب

﴿الرِجز﴾ (بکسر الراء) باقی قراء[97]

توجیہ و مفہوم:

را مضموم سے مراد بت ہیں، معنی: بتوں کی عبادت سے بچو اور ان کی خدمت ترک کر دو، جبکہ راء مکسور سے مراد عذاب ہے، یعنی: جو اعمال عذاب کے موجب ہیں اس سے بچیے، دونوں معروف قراءات ہیں، ضمہ اور کسرہ دونوں لغات کا ایک ہی معنی ہے، متقدمین فرق کے قائل نہیں، کسائی قائل ہیں۔ [98]

خلاصہ بحث:

حوالہ جات

---

[1] ۔ ابن منظور، افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب

[2] ۔ الضبوحی، احمد بن محمد، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر لکرافعی: 649/2

[3] ۔ جوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ،ص: 1231، مادہ ’’وجہ‘‘، دارالحدیث، قاہرہ،مصر ، 2009ء۔

[4] ۔ ابن زکریا، احمد بن فارس،مقاییس الغۃ: 88/6، تحقیق: عبدالسلام محمد ہارون، دارالفکر 1979ء

[5] ۔ جرجانی، علی بن محمد، معجم التعریفات ص: 210، تحقیق محمد صدیق منشاوی دارالفضیلہ، قاہرہ

[6] ۔ الفراھیدی، دارالکتب العلمیہ، بیروت ، لبنان، طبع اول، 2003ء

[7] ۔الانعام6:79

[8] ۔ فیروز آبادی،مجدد الدین، القاموس المحیط: 1620/1، دارالکتب العلمیہ طبع اول، 1995م

[9] ۔ مقاییس اللغہ: 89/2

[10] ۔ احمد نگری، قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول، جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون: 248/1، تعریب: حسن ھانی فحص، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، 2000ء

[11] ۔ ابن عقیلہ، محمد بن احمد، المالکی، الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن: 216/4، مرکز البحوث والدراسات، الامارات العربیۃ المتحدۃ،طبع اول 2006ء

[12] ۔ طاش کبری زادہ، احمد بن مصطفی، مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ فی موضوعات العلوم: 335/2 ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، 1985ء

[13] ۔ عبدالعلی مسؤول، ڈاکٹر، القراءات الستاذۃ ضوابطھا والاحتجاج بھا فی الفقہ والعربیہ، ص: 162، دارابن القیم ریاض طبع اول، 2009ء

Vol. 5 No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

14 ۔ جزری، محمد بن محمد، منجد المقرئین ومرشد الطالبین ص: 40،تحقیق: ناصر محمدی محمد جاد، دارالافق العربیہ، قاہرہ، مصر، طبع اول، 2010ء
15 ۔ ابو شامہ، عبدالرحمن بن اسماعیل، ابراز المعانی من حرز الامانی: 3/1، تحقیق: ابراھیم عطوہ عوض، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
16 ۔ سفاقسی، شیخ علی نوری بن محمد،غیث النفع فی القراءات السبع ص: 14، تحقیق: احمد محمد عبدالسمیع، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اول، 2004ء
17 ۔ نویری، محمد بن محمد ابوالقاسم: 54/1، تحقیق: ڈاکٹر،مجدی محمد سرور، دارالکتب، بیروت، لبنان، طبع اول، 2003ء
18 ۔ زرکشی، محمد بن عبداللہ، بدرالدین، البرھان فی علوم القرآن، ص:235،تحقیق: ابوالفضل دمیاطی، دارالحدیث،قاہرہ،مصر، 2006ء
19 ۔ ابن خلکان، احمد بن محمد،ابو العباس، وفیات الاعیان:191/4،تحقیق: احسان عباس، دار صادر، بیروت، لبنان، 1978ء
20 ۔ ابن جوزی، عبدالرحمن بن علی، ابو الفرج المنتظم: 215/13،تحقیق: محمد و مصطفی عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع دوم، 1995ء
21 ۔ حموی، یاقوت، رومی، معجم الادباء: 2444/6، تحقیق: احسان عباس، دارالغرب الاسلامی، بیروت، لبنان،طبع اول1993ء
22 ۔ سیر اعلام:3367/3
23 ۔ سیر اعلام:3367/3
24 ۔ معجم الادباء: 2446/6
25 ۔ بغدادی، احمد بن علی، ابوبکر، تاریخ بغداد:552/2،تحقیق: بشار عواد معروف، دارالغرب الاسلامی، بیروت، لبنان، طبع اول 2001ء
26 ۔ المنتظم: 216/13
27 ۔ ذھبی، محمد، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ:710/2،دارالکتب العلمیہ، بیروت،لبنان،
28 ۔ معجم الادباء: 2444/6
29 ۔ معجم الادباء: 2444/6
30 ۔ ترکی، عبداللہ بن عبدالمحسن، مقدمہ التحقیق لتفسیر جامع البیان ص: 46-40، دارہجر قاھرہ ، مصر، طبع اول 2001ء
31 ۔ تاریخ بغداد: 550/2
32 ۔ وفات الاعیان: 191/4
33 ۔ سیر: 3366/3
34 ۔ المنتظم: 215/13
35 ۔ معجم الادباء: 244/6
36 ۔ ققطی انباء الرواۃ: 89/3
37 ۔ معجم الادباء: 439/6
38 ۔ ابن تیمیہ،احمد بن عبدالحلیم،ابوالعباس،الفتاوی الکبری: 84/5،تحقیق:حسین محمدمخلوف، دارالمعرفۃ، بیروت،لبنان،طبع اول 1386ھ
39 ۔ سیوطی، الاتقان ص: 291،تحقیق: شعیب ارناؤط،مؤسسۃ الرسالۃ ب۔ ل۔ ط اول 1977ء
40 ۔ صبحی صالح ، مباحث فی علوم القرآن ص: ، دارلملابیین، بیروت، طبع دہم، 1977ء
41 ۔ لسان المیزان: 28/7
42 ۔ جامع البیان:
43 ۔ محمد حسین ذھبی، ڈاکٹر، تفسیر والمفسرون: 151/1، مکتبہ وہبہ، قاہرہ، مصر، ط، ن
44 ۔ طبری، محمد بن طبری، ابوجعفر، جامع البیان عن تأویل القرآن: 742/1، تحقیق: عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی، دارہجر، طبع الاول 2001ء
45 ۔ جامع البیان: 411/4
46 ۔ ابن عطیہ، عبدالحق بن غالب ابو محمد، المحرر الوجیر: 42/1، تحقیق: عبدالسلام عبد السافی محمد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لسان، طبع اول، 2001ء
47 ۔انبیاء21:81
48 ۔ جامع البیان: 332/16
49 ۔ التفسیر والمفسرون: 154/1
50 ۔ زحیلی، محمد، ڈاکٹر، الامام الطبری ص: 134، دارالقلم، دمشق، طبع دوم 1999ء
51 ال عمران:187
52 جامع البیان للدانی ص: 469، محدوی، احمد بن عمار، ابو العباس، شرح الھدایہ 243/1، تحقیق: حازم سعید حیدر، مکتبہ الرشید، ریاض ط۔ ن

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

[53] جامع البیان 298/6
[54] اعراب القراءت للعکبری 125/1
[55] ۔ قصص48:28
[56] ۔ السبعہ ص495،طیبہ بیت نمبر:839،شاطبی بیت نمبر:948
[57] ۔ جامع البیان266/18
[58] ۔ جامع البیان267/18
[59] ۔ قصص48:28
[60] ۔ قصص48:28
[61] ۔ جامع البیان270/18
[62] النساء:11
[63] المکرر ص: 87، سراج القاری: 188، طیبہ بیت نمبر: 554، تجیر 348۔ معانی القراءات: 295/1
[64] جامع البیان: 470
[65] الکشف: 443/1
[66] ۔ البقرہ:259
[67] ۔ اتحاف فضلاء البشر499/1، لطائف الاشارات، 1599/4
[68] ۔ الانعام6: 90
[69] ۔ الحجر15: 26
[70] ۔ جامع البیان،4/ 599
[71] ۔ جامع البیان،4/ 600
[72] ۔ الانعام6: 90
[73] ۔ جامع البیان،4/ 601
[74] ۔ معانی القران للفراء،172/1
[75] ۔ البقرہ:280
[76] ۔ جامع البیان 56/5
[77] ۔ کرمانی، محمد بن نصر، شواذ القراءات للکرمانی،96، تحقیق: شمران العجلی، ڈاکٹر ، موسسۃ البلاغ، بیروت، لبنان، س ن
[78] ۔ ماوردی، علی بن محمد، ابو الحسن، النکت،353/1، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، س ن
[79] ۔ جامع البیان ،5/56-57
[80] ۔ البقرہ:283
[81] ۔ الدرالمنثور،407/3، شواذالقراءات،ص99
[82] ۔ البحر المحیط،371/2
[83] ۔ جامع البیان، 121/5
[84] ۔ جامع البیان ،121/5
[85] ۔البقرہ2: 10
[86] ۔ جزری، محمد بن محمد، ابو الخیر، تحبیر التیسیر، ص : 294، تحقیق: احمد محمد مفلح القضاۃ، دار الفرقان، للنشر والتوزیع، عمان ،اردن، طبع اول 2000ء
[87] ۔ جامع البیان، 95/1- 293
[88] ۔زخرف5:43
[89] ۔ تحبیر ص: 559، نشر: 368/2، المبسوط ص: 397
[90] ۔ جامع البیان:
[91] ۔ جامع البیان:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

[92] منافقون4:63

[93] تحبیر، ص : 594، الاقناع 787/2

[94] جامع البیان 653/22

[95] جامع البیان 654/22

[96] مدثر5:74

[97] تحبیر، ص : 609، المبسوط ، ص : 452

[98] جامع البیان 410/23